مولانا عبدالخالق قدوسی شہیدؒ

عمر فاروق ابن القدوسی شہید
و بنت القدوسی شہیدہؒ

تلخیص و ترتیب: میاں محمد یوسف سجاد

مولانا عبدالخالق قدوسی عامۃ الناس کے لیئے ایک غیر معروف شخصیت ہو سکتے ہیں۔ لیکن اہل علم طبقہ میں آپ محتاج تعارف نہیں تھے۔ آپ ایک کہنہ مشق استاد۔ بلند پایہ محقق۔ کثیر المطالعہ شخصیت اور انتہائی متین عالم دین تھے۔ جمعیت اہل حدیث پاکستان کے مشیر باتدبیر اور صائب الرائے دانشور تھے۔ اردو بازار لاہور میں "مکتبہ قدوسیہ" کے نام سے ایک کاروباری اور اشاعتی ادارہ قائم کر رکھا تھا۔

۲۳ مارچ ۱۹۸۷ء کو قلعہ لچھمن سنگھ راوی پارک لاہور کے سانحہ میں شہید ہونے والوں میں آپ "شہید اول" ہیں۔ آپ بم کے اس دھماکہ میں موقع پر ہی انتقال فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۰

ولادت۔

آپ ۱۹۳۹ء میں ضلع شیخوپورہ کے شمال میں گوجرانوالہ روڈ پر تقریباً دو میل کے فاصلے پر واقع ایک گاؤں "کوٹ رنجیت" میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد حاجی غلام محمد صوم وصلوٰۃ کے پابند اور متقی الشان تھے۔ دیگر افراد خاندان سے مختلف صحیح العقیدہ مسلمان تھے۔ پیشہ کھیتی باڑی تھا۔ لیکن جامع مسجد اہل حدیث میں امامت کے فرائض بھی سرانجام دیتے تھے۔

مولانا قدوسی کو دس سال کی عمر میں شیخوپورہ کے پرائمری سکول میں داخل کروایا گیا۔ اور آپ نے پرائمری تک تعلیم امتیازی حیثیت سے حاصل کی۔ مزید رسمی تعلیم حاصل کرنے کی طرف راغب نہ ہو سکے۔ کیونکہ آپ کا طبعی میلان مذہبی تعلیم کے حصول کی طرف تھا۔ آپ کے والد نے آپ کو طب کی تعلیم کے حصول کے لیئے نزدیکی گاؤں "ودھیر اڈو گراں" بھیج دیا۔ وہاں مولانا عمر الدین نے آپ کے میلانِ طبع کو دیکھتے ہوئے دینی تعلیم دینا شروع کر دی۔ یہاں آپ نے تقریباً پانچ ماہ کا عرصہ گزرا، الواب الصرف کے ابتدائی بیسؒ الواب صرف بہائی۔ قانونچہ کھیوالی۔ کلیدِ مصادر۔ مالابد منہ اور شکرستان پڑھیں۔ آپ کو کسی بڑے مدرسے میں جانے کا بہت شوق تھا لہٰذا والدین کو اطلاع دیئے بغیر یہاں آپ جھوک داؤد تاندلیانوالہ میں حضرت میاں محمد باقر کے مدرسے میں چلے

گئے۔ یہاں آکر والدین کو یہاں آنے کی اطلاع دی۔ آپ نے یہاں بہت تکلیف وقت گزارا۔ کپڑوں کا صرف ایک جوڑا اس مرد درویش کا اثاثہ تھا۔ اس کو دھوتے اور اسی کو پہنتے۔ روپیہ پیسہ ندارد۔ جب آپ جھوک دادو مدرسہ میں آئے تو کافی نصاب پڑھایا جا چکا تھا۔ انہوں نے میاں صاحب سے استدعا کی کہ دوسری جماعت میں بٹھا دیا جائے۔ لیکن میاں صاحب نے انکار فرمایا۔ اور پہلی جماعت ہی میں بیٹھنے کو کہا۔ مولانا قدوسی کے اصرار پر میاں صاحب نے اس شرط پر آپ کو دوسری جماعت میں بیٹھنے کی اجازت مرحمت فرما دی کہ اگر آئندہ امتحان میں ناکام ہوئے تو پھر پہلی جماعت میں بیٹھنا ہوگا۔ آپ نے ان کی اس شرط کو خندہ پیشانی سے قبول کر لیا۔ جب امتحانات منعقد ہوئے تو آپ اوّل رہے۔ جس سے تمام اساتذہ آپ کی ذہانت کے معترف ہو گئے۔ یہاں آپ نے مولانا عتیق اللہ بن محمد باقرؒ سے مالا بدمنہ کے آخری اسباق اور چند دیگر کتب پڑھیں۔ مولانا عبد الرشید سے دوسری جماعت کی تعلیم حاصل کی۔ نصاب میں قرآن مجید اور بلوغ المرام کے علاوہ نو مزید کتابیں تھیں آپ کو یہاں کا طریق تدریس بہت پسند تھا۔ اور آپ میاں محمد باقرؒ جیسی عالم باعمل شخصیت سے بہت زیادہ متاثر تھے۔

آمد جامعہ سلفیہ۔

ابتدائی دو جماعتیں جھوک دادو میں پڑھنے کے بعد آپ جامعہ سلفیہ فیصل آباد چلے آئے، اور یہاں تیسری جماعت میں داخل ہو گئے۔

یہاں آپ نے مولانا محمد صدیق فیصل آبادی۔ مولانا محمد اسحاق چیمہ اور مولانا محمد حسین سے کسبِ فیض کیا۔ مولانا چیمہ آپ کے پسندیدہ استاد تھے۔ بعد میں کچھ عرصہ آپ نے یہاں مولانا شریف اللہ سواتی مولانا عبد الغفار اور محدث العصر حضرت مولانا حافظ محمد گوندلویؒ کے سامنے بھی زانوئے تلمذ تہہ کیے۔ اور اکثر کتب حضرت حافظ صاحبؒ سے پڑھیں۔ ان کے متعلق قدوسی صاحب کہا کرتے تھے کہ حضرت حافظ صاحب علماء کے بے تاج بادشاہ ہیں۔

جھوک دادو میں واپسی۔

مولانا قدوسی صاحب نے جب جامعہ سلفیہ میں چوتھی جماعت کا امتحان دیا تو جامعہ سے،

ابتدائی جماعتیں ختم کر دی گئیں۔ اس پر آپ کو واپس جھوک دادو جانا پڑا۔ یہاں آپ نے مزید ایک سال گزارا۔ یہاں آپ کے اساتذہ میں مولانا محمد حسین، مولانا مختار احمد اور مولانا محمد یعقوب کے اسمائے گرامی آتے ہیں۔ اس سال بھی آپ امتحان میں اوّل رہے۔ چونکہ آپ بہت صاحبِ تقویٰ تھے۔ اس لیئے مولانا محمد یعقوب آپ کو قدوسی کے نام سے پکارتے۔ جو بعد میں مستقلاً آپ کے نام کا حصہ بن گیا۔

دوبارہ جامعہ سلفیہ میں۔

اس سال کے بعد مولانا قدوسی نے پھر جامعہ سلفیہ جانے کا ارادہ کیا جس میں آپ کامیاب ہو گئے۔ اور ۱۹۶۲ء میں جامعہ سے سندِ فراغت حاصل کی۔ اس سال آپ جامعہ اسلامیہ مدینہ یونیورسٹی میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیئے داخل ہونا چاہتے تھے۔ لیکن مولانا محمد اسماعیل سلفی نے آپ کو یہ فرما کر روک لیا کہ تمہارے جیسے ذہین و فطین آدمی کی یہاں پاکستان میں زیادہ ضرورت ہے۔

تدریسی خدمات

۱۹۶۳ء میں آپ جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں منصب تدریس پر فائز ہوئے۔ یہاں آپ پانچویں اور چھٹی جماعت کی کتب پڑھاتے۔ اور ساتھ ہی "کھوکھرکی" کی جامع مسجد اہل حدیث میں کارِ خطابت سر انجام دیتے۔ گوجرانوالہ اور شیخوپورہ میں خطبہ جمعہ بھی دیتے رہے۔ مولانا سلفیؒ کے حکم پر جامعہ سلفیہ کے امتحانی پرچہ جات بھی آپ ترتیب دیا کرتے تھے۔

ازدواج۔

اپریل ۱۹۶۵ء میں لاہور میں آپ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوئے۔ مولانا عبد المجید آپ کے سسر محترم تھے۔ آپ کی شادی میں بہت سے جمعیت اہل حدیث کے مرکزی قائدین شامل ہوئے۔ مولانا سلفیؒ نے آپ کا نکاح پڑھایا۔

لاہور میں آمد۔

۱۹۶۶ء کے اوائل میں گوجرانوالہ کو خیرباد کہہ کر لاہور رہائش اختیار کی۔ اور مدرسہ دار الحدیث چینیانوالی میں تدریسی خدمات انجام دینا شروع کیں۔ اسی سال آپ نے جامعہ سلفیہ کے پرچہ جات

مرتب کیے۔ ان دنوں مولانا اسحاق الرحمان چینیانوالی مسجد کے خطیب تھے۔ اور مولانا قدوسی اپنے گاؤں کوٹ رنجیت میں خطبہ جمعہ دیا کرتے تھے۔ مولانا اسحاق کی علالت کی بنا پر ان کی جگہ چھ ماہ تک خطابت اور درس قرآن بعد از نماز فجر جیسی سعادتوں سے بہرہ ور ہوتے رہے۔ انہی دنوں شہید ملت حضرت مولانا احسان الٰہی ظہیر مسجد ہذا کے خطیب مقرر ہو گئے۔ اب مولانا قدوسی کو کوئی معقول سا ذاتی کاروبار کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ کاروبار کا انتخاب آپ نے اپنی طبیعت اور ذوق کے مطابق کیا۔ کچھ عرصہ علامہ شہید کے ساتھ مل کر بھی کاروبار کیا۔ مکتبہ قدوسیہ کے نام سے یہ ادارہ کچھ عرصہ تک مدرسہ دار الحدیث چینیانوالی میں جاری رہا۔ پھر شیخ محمد اشرف صاحب کے دفتر ایبک روڈ میں منتقل ہو گیا۔ یہاں سے پاپڑ منڈی اور کشمیری بازار سے ہوتا ہوا، اردو بازار میں منتقل ہو گیا جو اب تک قائم ہے۔

کراچی آمد۔

۱۹۷۰ء میں کاروبار کے سلسلہ میں آپ کراچی چلے گئے۔ وہاں آپ نے کاروبار کے ساتھ ساتھ جمعیت اہل حدیث کے ایک مدرسہ میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ درس و تدریس سے فراغت پانے پر آپ دار الاشاعت کراچی، نور محمد کارخانہ تجارتِ کتب اور مکتبہ عباسیہ میں چلے جاتے۔ اور اکثر کاروباری حضرات سے رابطہ رکھتے۔

علم دوستی۔

مولانا قدوسی ایک علم دوست شخصیت تھے۔ اعلیٰ علمی اور تحقیقی ذوق پایا تھا۔ علم اسماء الرجال کے شہسوار تھے۔ اردو، عربی اور پنجابی میں شعر گوئی کا بھی شوق تھا۔ ۱۹۷۴ء کی اسلامی سربراہی کانفرنس منعقدہ لاہور کے موقعہ پر آپ نے ایک عربی نظم کہی، جو ہفت روزہ "الاعتصام" کے سرورق اور روزنامہ "نوائے وقت" میں شائع ہوئی۔

مسجد چینیانوالی میں تدریس کے دوران "طلوعِ اسلام" کے ایک مضمون نگار تمنا عمادی کے مضمون کے تعاقب میں امام ابن جریر طبری کا دفاع کیا۔ آپ کی اس خالصتاً تحقیقی کاوش کی ملک کے علمی حلقوں میں بڑی پذیرائی ہوئی۔

مقلدین حضرات اپنی بلا اہلحدیث کے سر پر ڈالنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ ان حضرات کی طرف سے اہل حدیث کو انگریزوں کا وفادار ثابت کرنے کی سعیٔ مذموم کے جواب میں مولانا قدوسی نے ”اسلافِ دیوبند اور انگریز“ نام سے ایک طویل مضمون لکھا۔ جو ”الاعتصام“ میں اشاعت پذیر ہوا۔ اور بعد میں صاحبزادہ برق التوحیدی کی کتاب ”علماء دیوبند اور انگریز“ میں شامل ہوا۔

آپ نے محدث العصر حضرت حافظ محمد گوندلویؒ اور حضرت میاں نذیر حسین محدث دہلوی کے حالاتِ زندگی لکھے۔ ”مولانا محمد حسین بٹالوی و قادیانیت“ پر آپ کا مضمون ایک معرکۃ الآراء دستاویز ہے۔ تاریخ اہل حدیث آپ کا خاص موضوع تھا۔ آپ نے تاریخ اہلحدیث پر ابھی لکھنا شروع ہی کیا تھا کہ جامِ شہادت نوش کرنے کا وقت موعود آن پہنچا۔ آپ تاریخ اہل حدیث کے نام سے ایک جامع اور مفصّل تاریخ لکھنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ جو خیر القرون سے دورِ حاضر تک چودہ سو سال پر محیط مکمل دستاویز ہو۔

مکتبہ قدوسیہ بظاہر مولانا قدوسیؒ کا ایک کاروباری ادارہ تھا۔ لیکن درحقیقت یہ ایک علمی اور تحقیقی مرکز تھا۔ جہاں اکثر اہل علم مولانا سے علمی گفتگو کرتے۔ اور حوالہ جات کے سلسلہ میں ان سے استفادہ کرتے۔

راقم الحروف کو جب کبھی مکتبہ پہ جانے کا اتفاق ہوا، یاد نہیں پڑتا کہ آپ کبھی فارغ بیٹھے ہوں۔ سر جھکائے محوِ مطالعہ ہیں۔ اور کسی بھی تحریر کو بغیر پڑھے رکھنے کے عادی نہ تھے۔

”مجلہ جامعہ ابراہیمیہ“ پہ بھرپور تبصرہ فرمایا کرتے تھے۔ حوصلہ افزائی اور داد و تحسین کے ساتھ ساتھ بڑی معنی خیز اور تعمیری تنقید بھی ہوتی تھی۔ لیکن اس کے بعد مفید مشوروں اور اپنی قیمتی معلومات سے بھی نوازتے تھے۔ ان کی بھرپور انداز میں بحث سے میں بڑا محظوظ ہوتا۔ اور یہ محسوس کر کے بڑی فرحت ہوتی کہ مولانا قدوسیؒ نے مضامینِ مجلہ کا بالاستیعاب مطالعہ فرمایا ہے۔

جماعتی سیاست میں حصہ۔

مولانا قدوسیؒ جمعیت اہل حدیث میں اپنا ایک ممتاز مقام رکھتے تھے۔ آپ نے زمانۂ طالب علمی